ازجناب علامه ڈاکٹر ایم۔ ایچ۔ دُرانی

Jesus Christ the Son of God

By
Allama Dr. M. H. Durrani

پیش لفظ

اہلِ اسلام کے نزدیک ربنا المسیح نه صرف ابنِ مریم ہیں بلکه روح الله اورکلمته الله بھی ہیں ۔ اس لئے وه بڑے فخر سے یه کہتے ہیں که اُن کے دلوں میں مسیح کلمته الله کی عزت واحترام ہرگز ہرگز مسیحیوں سے کم نہیں۔ بایں ہمه وه ربنا المسیح کی ابنیت کے قطعی قائل نہیں بلکه اُن کے نزدیک یه کفر ہے۔

اس کی پہلی وجه یه ہے که اُن کے نزدیک "الله لا شریك ہے" ۔ سوره اخلاص میں مرقوم ہے که الله بے نیاز ہے نه اِس سے کوئی پیدا ہوا اورنه وه کسی سے پیدا ہوا اورنه کوئی اُس کے برابر کا ہے" دوسری وجه یه ہے که خدا کی کوئی جورونہیں " (سوره انعام ۱.۱آیت، سوره جن ۱.۲آیت) اب اگرربنا المسیح کوابن الله مان لیا جائے تویه ماننا لازم آتا ہے که خدا اپنی ذات میں دوسرے کوبھی شریك کرتا ہے اورکه وه جوروركھتا ہے۔ اوریه دواُمورایسے ہیں جو مسلمانوں کے نزدیك نه صرف کفُر ہے بلکه محال ہے۔

حقیقت یه ہے که ہمارے نزدیك بھی مسیح کلمته الله کی ابنیت کا یه جسمانی تصورنه صرف کفر ہے بلکه محال ہے لیکن چونکه قادرِمطلق خدا خود سیدنا مسیح کی شکل میں ظاہرہوکر انسانی سطح پر رہا۔ قادرمطلق خدا کا یه فعل تجسم ہرگزہرگز شانِ خداوندی کے خلاف نہیں۔ اورنه ہی اس میں مسیح کلمته الله کا کوئی جسمانی تصورپایا جاتا ہے ۔ اس لئے ہمارا فرض ہے که ہم اہلِ اسلام کو سمجھائیں که جب ہم ربنا المسیح کوابن الله کہتے ہیں تواس سے ہماری کیا مراد ہے۔

انجیل مقدس کے سطحی مطالعہ سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ قادرمطلق خدا، جوہماری ساری کائنات کا خالق ومالک ہے وہ اپنی ذات میں محبت ہے، اورمحبت کا تقاضا ہے کہ وہ ظاہر ہو، لہذا وہ اپنے ظہورکو ابن کہتاہے ۔ لہذا مسیح کلمتہ اللہ کی ابنیت جسمانی نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ آپ انسانی صورت میں ظاہرہوکر انسانی سطح پر رہے بایں ہمہ ذات وماہیت کے اعتبار سے جیسا کہ آپ نے فرمایاکہ" میں اورباپ ایک ہیں "(یوحنا ۱۰: ۳۰)۔

جلالی نام

مختصر یہ کہ انجیل مقدس میں خصوصیت سے مسیح کلمتہ اللہ کو" ابن اللہ" کہا گیاہے لیکن یہ خطاب بدیں وجہ ہمیشہ زیربحث رہا کہ" جب خدا کی جورو نہیں توپھر مسیح عیسیٰ کیسے خدا کے بیٹے ہوسکتے ہیں ؟

یہاں مناسب نہیں کہ ہم دلالت لفظی پر بحث کریں تاہم یہ کہنا غیرموزوں نہ ہوگاکہ لفظ بذاتِ خود کوئی حقیقت نہیں رکھتے، بلکہ وہ علامت ہیں جن کے ذریعے ہم کسی خاص تصورکا اظہارکرتے ہیں ، مثلاً ضرورت سے زیادہ زمانہ سازکو" ابن الوقت" کہا جاتاہے۔ لیکن کیا ہم اس سے یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہوں گے کہ فلاں زمانہ سازکسی " وقت "نام شخص کی صلب سے پیدا ہوا ہے؟ اس لئے کہ لفظ ابن الوقت ایک خاص مطلب اورایک مخصوص تصور کے اظہار کے لئے وضع کیا گیاہے جواپنے معنوں میں نازیبا اورمعیوب نہیں۔ کیونکہ جہاں کوئی لفظ معنی میں غیر امکان ہو، وہاں وہ مجازہوتا ہے۔ پس جس طرح ابن الوقت ایک خاص تصوراورمطلب ہے۔ اُسی طرح ابن اللہ کے ایک خاص معنی ہیں جس کا مادی تصور کے ساتھ کوئی علاقہ نہیں ، بلکہ ہم اس جلالی نام سے سیدنا مسیح کی الوہیت تسلیم کرتے ہیں اورسچ تویہ ہے کہ

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے گہُر سے کہ صدف سے

کوزہ میں دریا

چنانچہ کلمتہ اللہ نے فرمایا ہے کہ" میں اورباپ ایک ہیں"۔ اور میں باپ میں ہوں اورباپ مجھ میں ہے" اورکہ" میں خدا سے نکلا ہوں"۔ اس تعلق کو جس کے اظہارکرنے میں قرآن قاصر تھی۔ اُسے انجیل مقدس نے ابن اللہ کے لطیف استعارہ میں سمجھ کرگویا دریا کو کوزہ میں بند کردیا۔ پس کلمتہ اللہ اُن معنوں میں خ دا

کے بیٹے نہیں، جن معنوں میں اولادِ آدم ہے بلکہ ان معنوں میں ابن اللہ کہلائے کہ آپ کا ظہور خدا تعالیٰ سے ہے۔ اس لئے آپ کو نئے عہدنامہ میں " خدا کا جلال کا پرتو اوراُس کی ذات کا نقش " اورمثالی طورپر" اکلوتا بیٹا" کہا گیا ہے۔

خدا نور ہے

چنانچہ قرآن شریف میں خدا کے لئے آیا ہے کہ " یس کمثله شی"اس پرسوره ورمیں خدا کو روشنی سے تشبیہ دی گئی ہے۔" اللہ آسمان اورزمین کا نور ہے اوراُس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے کہ طاق ہو اورطاق میں ایک چراغ رکھا ہے اورچراغ ایک شیشے کی قندیل ہے اورقندیل اس قدر شفاف ہے کہ گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے اورچراغ زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے کہ جونہ پورب کے رُخ واقع ہے اورنہ پچھم کے رُخ ۔ اس کا تیل اس قدر صاف ہے کہ اگراس کو آگ نہ چھوئے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے آپ جل اٹھے گا غرض کہ نور پُرنور ہے اوراللہ نے اپنے نُور کی طرف جسکو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے اوراللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے"۔

یہ ہے قرآن کی پوری عبارت ۔مگرآج تک کسی مسلمان نے اس سے یہ نہیں سمجھاکہ خدا واقعی ایک روشنی ہے جوقندیل کی طرح کسی طاق میں رکھی ہے اورروغن زیتون سے جل رہی ہے ۔ مگرحیرت ہے کہ جب کبھی کسی مسیحی کی زبان سے " خدا کا بیٹا" سن لیتے ہیں توان کا ذہن ولدیت کی طرف دوڑجاتا ہے ۔ لیکن قرآن شریف نے جب اپنے واسطے لفظ" اُم الکتاب" تجویز فرمایا(آل عمران ۵) اورمکہ کے شہرکو"اُم القریٰ" کہا تواس سے کوئی جنسی پہلو مراد ہے؟ ہم کہتے ہیں قطعی نہیں۔ کیونکہ جب کسی انسانی محاورہ کا اطلاق خدا تعالیٰ پر کیا جاتا ہے توتمثیلاًیااستعاراً ہوتا ہے۔ ہماری زبان میں ایسے الفاظ کا مفہوم جوہمارے لئے ہوتا۔ وہی مفہوم ذاتِ باری کے لئے سمجھنا سخت نادانی ہے۔ اس لئے کہ مادی اوردینوی خیال کا اطلاق آسمانی اورروحانی تعلقات پر عائد نہیں ہوسکتا۔ پس لازم ہے کہ مسیح ابن اللہ کے الہٰی تصور کے لئے " عالم بالا کی چیزوں کے خیال میں مگن رہو نہ کہ زمینی"۔

اُمہات المومنین

مثال کے طورپرہم مسلمانوں کو یاددلاتے ہیں کہ قرآن شریف میں آنحضرت کی ازدواج مطہرات کو اُمہات المومنین کہا گیا ہے (سورہ افراب غ) لیکن کیاہم اس وجہ سے اُنہیں مسلمانوں کی مائیں سمجھ لیں کہ

وہ نبی کی بیویوں کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں ؟حالانکہ خود قرآن شریف نے اس خیال کی تردید بدین الفاظ کردی ہے کہ مائیں تووہی ہیں جنہوں نے اُن کو جنا"(سورہ مجادلہ) پھر نبی کی بیویاں کیونکر مسلمانوں کی مائیں ٹھہرائی گئیں ؟ کیا یہ عقیدہ لاینحل نہیں؟ ہاں ضرور ہے بشرطیکہ اس کے نورانی پہلو کونظر اندازنہ کیا جائے۔ کیا حضرت منصور نے " انا الحق "یا حضرت یزید بطامی نے" من خدایم من خدا اورحضرت محی الدین العربی نے " لا الہ الا انا" کہہ کرکسی مادی تعلق کا مظاہرہ کیاتھا؟

سمیع وبصیر

اس ضمن میں ہمیں ایک اورمثال کا ذکرکرنا ہے اوروہ یہ ہے کہ قرآن شریف میں خدا کو"سمیع وبصیر" کہا گیا ہے لیکن ہم خدا کو انسان کی طرح صاحبِ جسم اس وجہ سے تسلیم کرلیں کہ ذاتِ خداوندی سے "سننے" اور"دیکھنے" کی صفات منسوب کی گئی ہیں۔ نہیں قطعاً نہیں ۔ اس لئے کہ ہم خدا تعالیٰ کے قول وفعل سے ہوتی ہے اورجو الفاظ قرآن میں خدا سے منسوب کئے گئے ہیں ، وہ مثالی ہیں۔ گوخدا تعالیٰ صاحبِ اعضا نہیں تا ہم اس میں اتنی قدرت ہے کہ وہ بغیر آنکھ کے دیکھ سکتا ہے اوربغیرکان کے سن سکتا ہے۔ اسی طرح خدا بغیر جورو کے بیٹا رکھتا ہے جو"نہ جسم کی خواہش سے نہ خون سے پیدا ہوا بلکہ وہ" خدا سے نکلا ہے"۔

الہٰی عطیہ

کلامِ مقدس میں بطورپیش گوئی اس معرفت کا یوں بیان آیا ہے کہ ہم کوایک بیٹا بخشا گیا اورسلطنت اس کے کاندھے پر ہوگی اوروہ اس نام سے کہلاتا ہے " عجیب، مشیر، خدائے قادراورابدیت کا باپ اورسلامتی کا شہزادہ"(یسعیاہ ۹: ۶)۔ یہاں لفظ "بخشا" آیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ"بیٹا " مخلوق نہیں بلکہ الہٰی عطیہ ہے۔ البتہ اس کی بشریت مخلوق تھی۔

اورابن اللہ نے بشریت کے جامہ کو معجزانہ طورپر پہنا لہذا ابن اللہ کی بشریت ظرف کے طورپر ہے لیکن وہ اس کا مظروف ہے پس انسانیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الوہیت کے لحاظ سے وہ " ابن اللہ " ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا" میں خدامیں سے نکلا اورآیاہوں" (یوحنا ۸: ۴۲) پیشتراس سے کہ ابراہام پیدا ہوا" میں ہوں"(یوحنا ۸: ۵۵)۔

اس نکتہ کو مقدس رسول یوں پیش کرتا ہے کہ" ابن اللہ "اگرچہ خدا کی صورت پر تھا۔ " لیکن انسانی شکل میں ظاہر ہوکر اپنے آپ کو پست کردیا اوریہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی۔ گویاکہ

شہنشاہ ہوکر بے نواؤں کا یارومددگاربنا۔ مالک ہوتے ہوئے خادم کی صورت اختیارکی تاکہ ہمیں مالا مال کرے۔ اگرچہ وہ ابن اللہ تھا مگرابن مریم بن گیا تاکہ ہمیں بھی خدا کے فرزند بننے کا استحقاق بخشے۔ پس کلمتہ اللہ انسان ہونے کی وجہ سے ابن اللہ نہیں بلکہ ابن اللہ ہونے کی وجہ سے انسان اورآسمان کی بادشاہی کا سلطان ہے۔

بیٹے سے مراد

لہذا کلامِ مقدس میں لفظ " باپ" اوربیٹے کا استعمال بطورشرع ہے۔ باپ سے مراد کسی کا شوہرنہیں اورنہ ہی بیٹے سے مراد جُورو کے بطن سے پیدا ہونے والا ہے۔ بلکہ یہ الفاظ درحقیقت خداتعالیٰ اورمسیح کلمتہ اللہ کا باہمی تعلق ظاہرکرتے ہیں۔اب اگران الفاظ کے معنی وہی لئے جائیں جس مقصد کے لئے یہ وضع کئے گئے ہیں تواس کا مطلب یہ ہوگا کہ خدا دائرہ الفاظ کی مقید بہ الفاظ ہے۔ جوقطعاً درست نہیں۔ ورنہ خدا تعالیٰ کو سمیع وبصیر کہنے سے اس کے کان اورآنکھ اور"وجہ اللہ" سے اُس کے دانت ، زبان چہرہ اور" ید اللہ" کہنے سے ہتھیلی اورانگلیاں وغیرہ کا وجود لازم آئے گا۔ لیکن جیسے کہ اُس کے منہ ، ہاتھ، کان،آنکھ وغیرہ سے ہمارے جیسے اعضا مراد نہیں بلکہ اُن کا مفہوم وہی ہے جواس کی الوہیت کی شان کے نمایاں ہے۔

یہاں یہ جتلادینا ضروری ہے کہ بلاشبہ خدا تعالیٰ کا نہ توکوئی شریک ہے اورنہ ہی کوئی مثل ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگزنہیں کہ بیانِ الہٰی کے ضمن میں کوئی مثال تک پیش نہیں کرسکتا۔ خدا کے لئے مثلِ معن ہے لیکن مثال جائز ہے۔ چنانچہ ہم سطوربالا میں قرآن شریف کے حوالے سے یہ بیان کرچکے ہیں کہ خدا کو "نور" کہا گیا ہے اور" نورکو" طاق چراغ سے تشبیہ دی گئی ہے اوراسی طرح خدا کوحاکم، مالک اوربادشاہ کہا جاتاہے حالانکہ انہیں القاب سے انسان کو بھی ملقب کیا جاتاہے لیکن اگرمجازی طورپر بھی ان الفاظ کا استعمال شرعاً جائز ہوتا توخدا تعالیٰ ایسی اصطلاح سے اپنے کلام کو مبرا رکھتا۔ جس سے ایسے الفاظ کے استعمال کا جوازنہ لیا جاسکتا۔

ان مثالوں کوآپ کے سامنے پیش کرنے سے صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ خدائے قادرمطلق چونکہ روح ہے۔ یعنی انسان کی طرح صاحبِ جسم نہیں اور نہ ہی انسان کے سے خیالات ،خواہشات اورجذبات رکھتاہے ۔ اس لئے کلمتہ اللہ کی ابنیت جسمانی نہیں ہوسکتی۔ لہذا یہ مرقوم ہے کہ" جوجسم سے

پیدا ہوا جسم ہے اورجوروح سے پیدا ہوا ہے روح ہے" (یوحنا ۳: ۶)۔ چونکہ کلمتہ اللہ خدا سے نکلے ہیں اس لئے وہ بحثیت ذات، خدا سے خدا ہے اوربحثیت انسان کامل انسان ہے۔

ازلی بیٹا

کلامِ مقدس میں کہیں ایسا اشارہ نہیں پایا جاتاکہ سیدنا مسیح کلمتہ اللہ خداکا جسمانی بیٹا اورنہ یہ کہ جب خدا نہ تھا۔ جس طرح خداباپ، کا شروع نہیں، اسی طرح" ابن اللہ" کا شروع نہیں۔ اگرچہ ہمارے جسمانی رشتہ میں ایک زمانہ پایا جاتا ہے ۔ یعنی قدامت میں پہلے باپ ہے اوربعدمیں بیٹا۔ نیزمرتبہ میں باپ اعلیٰ متصورکیا جاتا ہے اوربیٹا ادنیٰ، لیکن کلمتہ اللہ کی ابنیت اوراولادِ آدم کی ابنیت میں یہی ایک فرق ہے کہ وہ یعنی کلمہ ازلی قائم بالذات اللہ اورکہ دنیا کی پیدائش کا وسیلہ ہے" ابتدا میں کلمہ تھا اورکلمہ خدا کے ساتھ کلمہ خدا تھا" (یوحنا ۱: ۱)اورکہ"ساری چیزیں اُس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں اورجوکچھ پیدا ہوا اُن میں سے کوئی چیزبھی اُس کے بغیرپیدا نہیں ہوئی (یوحنا ۱: ۳)۔ غرضیکہ ازلی خداکا کلمہ زماں ہے اورجوشے محیط زماں ہو اُس پر تقدم وتاخر کا اطلاق عائد نہیں ہوسکتا ۔لیکن باپ اوربیٹا ہم ذات اورہم جوہر ہیں اس لئے باپ اوربیٹے کی ماہیت وقدامت میں غیریت کا عقلاً محال ہے۔ لہذا لفظ باپ اوربیٹے میں مغائرت لفظی ہے نہ کہ ماہیت کے۔

پدرنوروپسر نورایست مشہور
ازیں جافہم کن نورعلی نور

مزید برآں

واضح رہے کہ ازروئے قرآن شریف " سیدنا عیسیٰ مسیح ابن اللہ" (مرقس ۱: ۱) کی ابنیت کے تصورکے لئے جسمانی باپ کے وجود کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ جب جبرائیل نے مریم صدیقہ کے پاس آکر یہ خوشخبری سنائی کہ کلمتہ اللہ آپ کے بطن سے پیدا ہوں گے توصدیقہ نے کہا کہ " اے میرے رب ، میرے لڑکا کیونکر ہوگا"۔ حالانکہ مجھے کسی بشر نے نہیں چھوا۔ فرمایا یہ کام مجھ پر آسان ہے ۔ اس طرح اللہ جو چاہے پیدا کرسکتا ہے۔ وہ جب کام کوٹھہراتا ہے توصرف اتنا کہہ دیتا ہے کہ" ہوجا سوہوجاتا ہے"(مریم ع۲ آل عمران ع ۵)یہاں قرآن شریف نے نہایت واضح طورپر بتلایا ہے کہ سیدنا مسیح کلمتہ اللہ کی ولادت کے لئے باپ کا وجود لازم نہیں ہے اورانجیلی عقیدہ تویہ مانتا ہی نہیں کہ جسمانی معنوں میں کسی کاباپ ہے۔

اس سلسلہ میں کہ" باپ" ،"بیٹا" اور"ماں" کے تصورظاہر کرنے کے لئے جسمانی تعلق لازم ہے یا نہیں۔ ذیل کے اقتباس سے ملاحظہ فرمائیے۔

چنانچہ قرآن شریف کہتا ہے" اللہ نے تمہاری بیویوں کو جن کو تم ماں کہہ بیٹھے ہو،تمہاری سچی ماں نہیں بنایا۔ اورنہ تمہارے لے پالک بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا ٹھہرایا ہے۔ یہ توتمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں ، اوراللہ سچ فرماتا ہے۔۔۔۔نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں(سورہ احزاب ع)۔ان آیات کی رو سے اسلام میں (صلبی) بیٹے کی بیوی حرام ہے (۲)لیکن لے پالک کی بیوی حرام نہیں۔ (۳) بلکہ لے پالک توکسی کاوارث نہیں۔ (۴)نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں")۔

اسی طرح سے قرآن میں حضرت رسول عربی کے چچا کو جس کااصلی نام عبدالعزیٰ تھا۔ ابولہب یعنی شعلے کا باپ کہا گیا ہے ۔ کیا شعلہ کی کوئی بیوی یا بیٹا ہوتا ہے؟"۔

" قرآن میں آٹھ مقامات میں راستہ کے مسافر کیلئے لفظ " ابن السبیل" یعنی سڑک کا بیٹا وارد ہوا ہے(بقر۲۷)۔ اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ کیا کوئی مسافر لفظی معنوں میں سڑک کا بیٹا ہوسکتا ہے؟ اورکیا سڑک کی کوئی جوُروبھی ہوتی ہے؟"۔

"اسی طرح قرآن نے اپنے واسطے"اُم الکتاب" تجویزکیا ہے۔ (آل عمران ۵۔انعام ۹۲) اورکہ مکہ کے شہر کو"ام القریٰ" کہا ہے۔اب ناظرین ہی انصاف فرمائیں کہ کیا یہاں بھی کوئی جنسی پہلو مراد ہوسکتا ہے؟"۔

"دنیابھر کے مسلمان حضرت رسول عربی کے مشہورصحابی ابوہریرہ کے نام سے بخوبی واقف ہیں ،کیونکہ اُن سے اتنی حدیثیں مروی ہیں کہ کسی دوسرے شخص نے اس کثرت سے روایات بیان نہیں کیں۔ چونکہ آپ بلی سے محبت رکھتے تھے ۔ آپ کا نام ابوہریرہ پڑگیا اورایسا مشہورہوگیا کہ عوام الناس آپ کا اصلی نام بھی نہیں جانتے۔ کیا آپ بلی کے حقیقی باپ کسی طرح سے بھی ہوسکتے تھے؟اورکیا بلی کی ماں آپ کی بیوی ہوسکتی تھی؟۔

سچ تویہ ہے کہ اربابِ دانش ایسی مضحکہ خیزدلائل سے اپنی روزانہ زندگی میں قائل نہیں ہوسکتے۔ ہرفرقہ کے بزرگ روزانہ بات چیت میں بیسوں کوپیارکی رُو سے بیٹا کہتے ہیں اوراس لفظ سے اُن کی مراد ہرگزیہ نہیں ہوتی کہ وہ سب کے سب اُن کے صلبی بیٹے اورشرعاً اُن کی جائیداد کے وارث ہیں۔پھر معلوم نہیں کہ

معترض انجیل جلیل کی تعلیم پر اعتراض کرتے وقت معمولی عقل کو بھی استعمال نہیں کرتے "(ابوت کا الہٰی مفہوم تصنیف پادری برکت اللہ صفحہ ۱۹، ۲۰)۔

خصوصی امتیاز:

مختصر یہ کہ جو ابنیت کا رشتہ کلمتہ اللہ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے ، وہ بے مثل ہے جوکسی مخلوق کو نصیب نہیں ہوسکتا۔ کو مجازی حیثیت سے بندگانِ خدا کوبھی" اطفال اللہ کہا گیا ہے۔ لیکن ان کی یا تو محض مخلوق ہونے کی وجہ سے یا کلمتہ اللہ کے وسیلے سے روحانی پیدائش حاصل کرنیکے سبب سے " اطفا اللہ" کہا گیا ہے۔ لیکن چونکہ مجازکسی حقیقت سے متعلق ہوتی ہے۔ اس لئے کلمتہ اللہ جواس اعجازکی حقیقت اورسبب ہے۔ اس لئے وہی " حقیقی بیٹا" ہے۔

انجیل مقدس سے یہ امر بصراحت واضح ہے کہ جب کبھی کلمتہ اللہ نے اپنے صحابیوں سے خدا کے "باپ" ہونے کا ذکرکیا توعموماً پیرایہ میں کیا جس سے یہ عیاں ہوجائے کہ خدا تعالیٰ اُن کا باپ اُسی معنوں میں نہیں جس مفہوم میں آپ کا ہے۔ الغرض کلامِ مقدس میں کلمتہ اللہ کے سوا کسی انسان کے متعلق یہ مذکورنہیں کہ وہ خدا سے نکلا، یا یہ کہ پیدائش عالم کا سبب ہے"۔ اورنہ کسی انسان کو" عین اکلوتا بیٹا" کہا گیاہے۔ لفظ اکلوتا اس امر پر دلالت صریح ہے کہ اس معنی میں کوئی اورخدا کا بیٹا نہیں ۔ کیونکہ وہ " اکلوتا بیٹا ہے"۔

پس سیدنا مسیح کلمتہ اللہ کی ابنیت ایک لاثانی حقیقت رکھتی ہے۔ اول۔ تقدس کے لحاظ سے ۔ دوم لاثانی اختیارکے اعتبارسے ۔ سوم۔ اعجازی ظہورکی بنا پر۔ چہارم۔ آپ خود متصف بصفات ذاتِ باری تعالیٰ ہیں۔ چنانچہ انجیل شریف کے مطالعہ سے یہ امر بدیہی ہے کہ کلمتہ اللہ نے اپنے لئے " ابن" کا خطاب ایس طورپر استعمال نہیں فرمایا کہ جس سے یہ شبہ پیدا ہوسکے کہ یہ رشتہ خدا کے ساتھ محض جسمانی یا محض روحانی تعلقات کوظاہرکرتا ہے۔ جو دُوسرے انسان بھی حاصل کرسکتے ہیں بلکہ اس رشتہ میں باپ اوربیٹے کی ازلی وذاتی ماہیت ظاہرہوتی ہے۔

انجیل مقدس میں یہ امتیازیوں ہے کہ سیدنا مسیح چونکہ خداوند تعالیٰ سے ازلی وذاتی اتحادرکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے آپ " کلمہ خدا " ہیں۔ (یوحنا ۱: ۱)۔ کائنات کی پیدائش کا وسیلہ ہیں "۔ (یوحنا ۱: ۳)۔ اوراکلوتا بیٹا "ہیں(یوحنا ۶: ۱۶)۔ اس حیثیت سے آپ حقیقی خدا ہیں۔ اورکلام مجسم ہونے کی حیثیت میں

آپ چونکہ انسانیت کے ساتھ حادث اوراختیاری اتحاد رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے آپ حقیقی انسان ہیں لہذا سیدنا مسیح کو جیسے ابن اللہ کہہ سکتے ہیں۔ ویسے ہی ابن آدم یا ابن مریم کہہ سکتے ہیں۔اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے انسان روح اورجسم دوجداگانہ ماہیتوں کے باوجود ذی روح اورذی جسم ہے۔ اسی مثال کے مطابق سیدنا مسیح بھی محض انسان ہونے کے بجائے صاحبِ الوہیت اورصاحبِ انسانیت ہیں۔ مگریہ اتحاد بطورترکیب وتحلیل نہیں بلکہ بطورظاہر ومظہرا قرار دیا گیا ہے۔ ان میں سے آپ الوہیت ازلی وابدی ہے اورآپ کی انسانیت محدود اورحادث ہے پس نتیجہ صاف ہے کہ سیدنا مسیح کی حیثیت اول ابن اللہ کی ہے اورحیثیتِ دوم ابن آدم کی ہے۔

ثالوثِ اقدس

چنانچہ کلامِ مقدس سے یہ معرفت حاصل ہوتی ہے کہ ذات الوہیم میں اب ، ابن اورروح میں اقنوم ہیں(متی ۲۸: ۲۹)۔ اوران اقانیم کا امتیاز، ذات الوہیم ہی میں بطورراز کے ہے۔ ذاتِ خداوند ی میں ان اقانیم کا اجماع ، خارجی نہیں اورنہ ہی کسی بیرونی تفریق کو اس میں راہ ہے۔ بلکہ یہ ازل سے ذاتِ خداوندی میں ہیں۔ جیسے سورج میں ذاتی اوراندرونی طور سے روشنی ،گرمی پائی جاتی ہے۔ ویسے ہی ذات الوہیم میں تین اقانیم ہیں۔ اقنوم اول میں باپ ہے کہ اقنوم ثانی یعنی کلمہ اس سے صادر اورظاہر ہوا ہے(یوحنا ۱: ۱۸)۔جو"پہلوٹا ہے،" اکلوتا بیٹا"(یوحنا ۱: ۵)۔ کہلاتا ہے۔ اوراقنوم ثالث باپ اوربیٹے کا روح ---رومیوں ۸: ۹)۔ اورجس طرح کلامِ مقدس میں باپ کو خدا اورخدا وند کہا گیا ہے اسی طرح کلمہ یا بیٹا کو(یوحنا ۱: ۱، رومیوں ۱: ۵ اورعبرانیوں ۱: ۸) اورروح القدس کو ---۲کرنتھیوں ۳: ۱۷ تا ۱۸)۔ خدا اورخداوند کہا گیا ہے"(بخیال ازاثبات التثلیث فی التوحید")۔

خدا کا یہ تصورمحض تصورہی نہیں بلکہ ایسا تصور ہے جوایک صریح حقیقت کا بیان کرتا ہے۔ اوریہ انکشاف خدا کی ذات کا ہے۔ جس میں اقنوم ثلاثہ کاکامل اتحاد ہے۔ وہ ایسے حاکمِ مطلق کی طرح نہیں ہے جسے اپنے اکیلا پن ہی میں اپنی شوکت نظر ہو۔ خدا محبت ہے اورمحبت کا خاصہ ہے کہ وہ رفاقت رکھتے۔ اس لئے اُس وحدت میں تثلیث کی معموری پائی جاتی ہے۔اوریہی محبت اس امر کی محرک تھی کہ وہ انسان کو جسے اُس نے اپنی صورت پر خلق کیا اپنی رفاقت میں رکھے اوراسی باعث کلمہ مجسم ہوا تاکہ انسان اپنے خالق کو

جانے، اُسے پہچانے اوراس کی رفاقت میں رہنے کے قابل ہو ، واضح رہے کہ الہٰی محبت کے اس فعل کا محرك صرف کلمہ ہی اکیلا نہ تھا بلکہ اس میں ثالوثِ مقدس کے تینوں اقنوم شامل تھے۔

خدائے برحق

انجیل مقدس سے یہ ثابت ہے کہ سیدنا مسیح کے صحابی آپ کو انسانی صورت خدائے برحق مانتے تھے۔اسی وجہ سے وہ آپ کی پرستش کرتے تھے (لوقا ۲۴: ۵۲، متی ۲۸: ۱۷)۔ حالانکہ وہ خدائے واحد کے ماننے والوں میں سے تھے لیکن چونکہ اُنہوں نے سیدنا مسیح ابن خدا " کی رفاقت میں رہ کریہ تجربہ کیاکہ آپ خدا تعالیٰ سے لاثانی اوربے عدیل تعلق رکھتے ہیں (مرقس ۱: ۱۱، ۹: ۱۷)۔ اورآپ ان معنوں میں خدا کے بیٹے نہیں جس مفہوم میں دیگرانسان خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں۔ (متی ۱: ۲۷)۔ اوراسی وجہ سے آسمانی باپ نے سب چیزیں اُس کے ہاتھ میں دے دی ہیں" (یوحنا ۳: ۳۵)۔ اورکہ" جس طرح باپ مردوں کو اٹھاتا اورزندہ کرتا ہے "(یوحنا ۵: ۲۱)حتیٰ کہ آپ کی زندگی کا مقصدوہی ہے جوباپ کا ہے (یوحنا ۵: ۱۷)اس لئے آپ کی زندگی کا ہر واقعہ ،اورآپ کا ہرمعجزہ آسمانی باپ کی محبت کاکامل مظہر ہے(یوحنا ۱۰: ۲۲- ۳۹)۔ ان وجوہات پر اُنہوں نے ماناکہ" سیدنا مسیح ابن خدا ہی "الفا اوراُومیگا،اول اورآخر، ابتدا اورانتہا ہے(مکاشفہ ۱: ۱۸- ۲۲: ۲۳)۔

پس ذاتِ الوہیم میں تین اقانیم کا انکشاف کسی فلسفی نظریہ پر مبنی نہیں بلکہ سیدنا مسیح کے اقوال ومبارك زندگی سے ظاہر وثابت ہے کہ ذاتِ الوہیم محبت کے تین اقانیم پر مبنی ہے۔ جس کا ظہورہم پر باپ بیٹے اورروح القدس کے رُوپ میں ہواہے۔ اوریہ الفاظ اس لئے استعمال کئے گئے ہیں کہ کوئی اورایسا لفظ ہماری لغت میں نہیں جس سے ہم ایسے مانوس ہوں اورجوباپ اوربیٹے کے شخصی تعلق اورمحبت کوکماحقہ ظاہر کرسکے۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ ہم تین خداؤں کومانتے ہیں بلکہ یہ کہ واحد خدا کی ذات میں وحدت اورکثرت دونوں کو مانتے ہیں۔ یعنی اس کی واحد ذات میں ایک باپ ہے جوبھیجنے والا ہے اورایک بیٹا ہے جواس واحد ذات کوظاہر کرنے کےلئے بھیجا گیا ہے اورایک روح القدس ہے جواس سے صادر ہے۔ لہذا وہی خدا جس کی خبرہم نے نبیوں کی معرفت، عہدقدیم میں سنی تھی ۔ عہدجدید میں باپ اوربیٹے اورروح القدس کے رُوپ میں نظر آتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ اگرہم کسی پہاڑ کو دُور سے دیکھیں تواُس کی سطح ہمیں بڑی دلکش اورہموارنظر آتی ہے۔ لیکن جونہی ہم اُس کے قریب جائیں گے تووہ سطح جودُورسے ہموار

اوردلکش نظر آتی ہے تھی۔ اونچی نیچی ٹوٹی پھوٹی اورپیچ درپیچ بل کھاتی ہوئی نظر آئے گی۔ اسی طرح جس قدر ہم خدا کے قریب ہوتے ہیں اُسی قدرخداوند تعالیٰ کی واحد ذات میں جوامتیازہیں وہ ہم کو اورزیادہ واضح نظرآتے ہیں۔

چنانچہ جب ذاتِ باری مسیح کے وسیلے ہماری سطح پر آگیا توشاگردوں پر یہ رازکھلا کہ سیدنا مسیح انسانیت کے پردے میں آسمانی باپ کا اکلوتا بیٹا ہے اوروہ اس لئے ہماری سطح پر آیا ہے کہ ہم پر ذاتِ الہٰی ظاہر کرے اوریوں اُنہیں ذاتِ الہٰی میں کثرت کا تجربہ ہوا۔ کیونکہ اول وہ بیٹے کی رفاقت میں رہتے تھے اوردوم روح القدس سے اُن کو یہ معرفت حاصل ہوئی ۔ اسی باعث یوحنارسول کہتا ہے کہ

اس زندگی کے کلام کی بابت جوابتدا سے تھا اورجسے ہم نے سنا اوراپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ غور سے دیکھا اوراپنے ہاتھوں سے چھوا۔ یہ زندگی ظاہر ہوئی اورہم نے اسے دیکھا اوراس کی شہادت دیتے ہیں اوراسی ہمیشہ کی زندگی کی تمہیں خبردیتے ہیں جو پروردگار کے ساتھ تھی اورہم پر ظاہرہوئی)۔ جوکچھ ہم نے دیکھا اورسنا ہے تمہیں بھی اس کی خبر دیتے ہیں تاکہ تم بھی ہمارے شریک ہو اورہماری شراکت پروردگار کے ساتھ اوراس کے ابن سیدنا عیسیٰ مسیح کے ساتھ ہے۔ اوریہ باتیں ہم اس لئے لکھتے ہیں کہ ہماری خوشی پوری ہوجائے۔(۱۔یوحنا ۱: ۱تا ۴)۔

ہمارا دعویٰ صرف یہ ہے کہ کلمتہ اللہ کے لئے لفظ" ابن اللہ" کا استعمال نہایت ہی زیبا ہے۔اوّل اس لئے کہ وہی اکیلا خدا کا ظاہر کرنے والا ہے۔ ورنہ اندیکھی ذات کا عرفان بغیرکسی مظہر کے کیونکر ممکن ہے" اکلوتا بیٹا جوباپ کی گود میں ہے اُسی نے ظاہر کیا "(یوحنا ۱: ۱۸)۔ ثانیاً اس لئے کہ اندیکھی ہستی کو نہ کوئی جان سکتا ہے اورنہ ہی بتلاسکتا ہے کہ خدا کیسا ہے"؟ جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ کودیکھا"(یوحنا ۴: ۱۰)۔ پس وہ لوگ جولفظ" ابن اللہ" کے استعمال پر اعتراض کرتے ہیں، چاہیے کہ وہ پہلے یہ ثابت کریں کہ جس تصور کے اظہار کے لئے یہ لفظ" کتاب اللہ میں استعمال ہوا ہے وہ زیبا ومعیوب ہے؟

عقدہ لا ینحل:

الغرض لفظ" ابن اللہ" سے ہماری مراد یہ قطعاً نہیں کہ کلمتہ اللہ خدا کا جسمانی بیٹا ہے، البتہ قرآن شریف کلمتہ اللہ کو معنی میں آدمی اپنے بیٹے کو" جان پدر" کہتا ہے ، لہذا ہم اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں

قرآن شریف کی صرف دوآیتیں نقل کردیتے ہیں۔ اوراُمید کرتے کہ اس بحث میں ہمارے اوراہل اسلام کے درمیان بہت کچھ فیصلہ ہوجائیگا۔

پہلی آیت یہ ہے کہ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ یعنی تحقیق مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول ہے اوراللہ کا کلمہ ہے جوڈالدیا مریم کی طرف اوراللہ کی روح ہے"(نساء آیت ۱۷۱)۔ دوسری بھی ملاحظہ فرمائیے وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا ۔ یعنی مریم عمران کی بیٹی جس نے محافظت کی اپنی شرمگاہ کی۔ پس پھونکا ہم نے بیچ اُس کے روح اپنی کو'(سورہ التحریم آیت ۱۲)۔

پہلی آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ خدا نے " اپنا کلمہ مریم میں ڈالا" اوردوسری آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ" خدا نے اپنا روح مریم میں پھونکا"۔ اب" ڈالنا" اور"پھونکنا" ۔ خدا کے نزدیک ایک ہی بات ہے ۔ لہذا ہردوآیات میں خدا " فاعل" ہے۔ ڈالا اورپھونکا " فعل" ۔مریم" ظرف" اورکلمہ وروح مظروف ۔ پس اگراہلِ اسلام کوکوئی امرمانع نہ ہوتووہ ہمیں کشادہ دلی سے بتائیں کہ اس سے بڑھ کرمیاں بیوی میں گہرا تعلق اورکیا ہوتا ہے؟

مزید براں

یہ عقدہ اوربھی لاینحل بن جاتا ہے جبکہ اہل اسلام کے بعض فرقے خدا کی جسمیت کے قائل ہیں۔ چنانچہ علامہ شہرستانی لکھتے ہیں کہ ومثل مفروکمش واحد ہجمی وغیرھم من اہل السنتہ قالوا معبودھم صورتہ ذات اعضا الیاس۔۔۔۔۔ الخ یعنی مضروکمش واحمد ہجمی وغیرہ اہل سنت سے تھے جواس بات کے قائل ہیں کہ اللہ صورت رکھتا ہے۔ اُس کے عضا بھی ہیں اورجزوبھی خواہ وہ روحانی ہوں یا جسمانی۔ وہ انتقال بھی کرسکتا ہے وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلائے ، وہ بلندی پر چڑھ سکتا ہے اورنیچے بھی اُترسکتا ہے ۔ اس کے بعد علامہ مذکورلکھتے ہیں کہ قرآن یا حدیث میں اس قسم کے لفظ وارد ہوئے ہیں وہ سب کے لفظی معنی مُراد لیتے ہیں۔ کتاب ملل)۔

مضراورکمش کوئی معمولی شخص نہیں تھے بلکہ امام بخاری اورامام مسلم کے اساتذہ تھے۔ وہ مذہبی " میزاں الاعذال میں لکھتے ہیں کہ کمش ثقہ ہیں، صالح ہیں اورہرروزشب میں ایک ہزار سے زیادہ نمازپڑھا کرتے تھے۔ امام ذہبی خود جسمیتِ خدا کے قائل تھے۔ چنانچہ لکھا ہے " ومکنہ غلب علیہ مذہب الاثبات

ومنافره التاويل والغفته من التنزيه حتیٰ اشرذالگ فی طبوه انعراف شدید من اہل التنزیه ومہم توبالی اہل الاثبات یعنی ذہبی پر مذہب اثبات غالب ہے اورتاویل سے نفرت اورتنزیه سے غفلت جس نے اُن کی طبعیت میں ایسا اثر کیاکه وه اہل تنزیه (جوالله کی جسمیت وغیره سے منزه جانتے تھے) سے منحرف تھے اوراُن لوگوں کی طرف زیاده مائل تھے جوجسمیت کوخدا کے لئے ثابت کرتے ہیں" (ملاحظه ہوابوتِ الہٰی کا مفہوم صفحه ۶تا ۹)۔

چنانچه دورِحاضره کے قادیانی مسیح جنابِ مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کے نقطه نظر سے خدا تعالیٰ رجولیت کی قوت کا اظہاربھی کرتا ہے۔ چنانچه مرزا صاحب کے ایک مرید خاص قاضی یارمحمد صاحب بی۔ اے۔ او۔ ایل پلیڈراپنے ٹریکٹ نمبر۳۴۔ موسوم به اسلامی قربانی مطبوعه ریاض ہند۔ پریس۔ امرتسر میں لکھتے ہیں که:

"جیسا که حضرت مسیح موعود نے ایک موقعه پر اپنی حالت یه فرمائی ہے که کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی که گویاآپ عورت ہیں اورالله تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہارفرمایا۔ سمجھنے والے کے واسطے اشاره کافی ہے۔ (استغفرالله) توضیح المرام صفحه ۲۷)۔

سوال

لیکن امام رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں که وه پیدا کیا گیا الله کے کلمه سے اوراُس کے حکم سے بغیرکسی وسیله یا نطفه سے" (جلد سوم صفحه ۵۰۲)۔ اوربیضاوی میں ہے که کلمه القہا یعنی اسمیں (مریم) واصل کیا گیا۔ اوراس میں ڈالا گیا۔ نه کسی وسیله سے جس کے ذریعے تخم قرارپکڑتا ہے اورنه اس ماده سے"(جلد اول صفحه ۲۱۹)۔

اب یه امرتصدیق کا محتاج نہیں که جوچیزآدمی ڈالتا ہے اُسے "نطفه" کہتے ہیں اورجو خدا نے ڈالا اس کا نام "کلمه" اور" روح" ہے۔ یه صرف نام کافرق ہے۔ نتیجه ایک ہی ہے یعنی بچه پیدا ہوا۔امام بیضاوی کا یه فرمانا که نه "کسی وسیله سے جس کے ذریعے تخم قرارپکڑتا ہے اورنه ماده سے" لیکن بنده نواز! تخم موجود ہے یعنی "کلمه " اور" روح" ماده بھی موجود ہے۔ یعنی " مریم" ۔لہذا تخم نے پکڑا اورلڑکا پیدا ہوا۔ اب کون سے ذریعه اوروسیله کی ضرورت باقی ره جاتی ہے۔ اوراگر نه کوئی ذریعه ہے نه وسیله نه تخم اورنه ماده توپھر بچه کیسے پیدا ہو؟ کیا یه عقده لا یخل نہیں؟

انجیل مقدس ہمیں بتاتی ہے کہ کلمتہ اللہ اقنوم ثانی ہونے کی وجہ سے ابن اللہ ہے۔ کیونکہ وہ خدا کوظاہر کرنے والا ہے اورمجسم ہونے کے لحاظ سے ابن مریم ہے ۔ مگر قرآن شریف کلمتہ اللہ کو اُسی معنی میں روح اللہ مانتا ہے جس معنی میں آدمی اپنے بیٹے کو جانِ پدر کہتا ہے۔ کیونکہ بقول قرآن خداتعالیٰ وہ سب وسائل اختیارکرتا ہے جوآدمی اپنی اولاد کے لئے کرتا ہے تاہم مسلمان یہ قبول کرنا نہیں چاہتے کہ مقدسہ مریم اس معنی میں خدا کی " صاحبتہ" ہیں، جس معنی میں آدمی اپنی اہلیہ کہتا ہے۔ تعجب ہے کہ ایک جوشیلا مسلمان کس شوخی اوربے باکی سے ہم سے یہ سوال کرتا ہے کہ خدا کی جورو نہیں ، اس کے بیٹا کہاں سے ہوا اورنہیں جانتاکہ قرآن اس کو کیا جواب دیتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ خدا کی جُوروکیوں نہیں ۔ اس کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ وانہ تعالیٰ جلد ربنا ماتخذ صاحبہ ولا ولد یعنی بہت بلند پروردگارہمارے کی۔ نہیں پکڑی اُس نے بیوی اورنہ اولاد " (جن کو گویا کہ ذاتی فخر، بلند ، مرتبہ ، عزت وقار جورو کا مانع ہے ورنہ وہ جورو رکھتا اورصاحبہ اولاد ہوتا۔

قولِ بشر

آیت مذکورہ سے ظاہر ہےکہ بیان کرنے والا غیر خدا ہے جوخدا کو واحد مذکرسمجھتا ہے۔ اورعام دستورکے مطابق حکم لگاتا ہے کہ بغیر جوروکا بیٹا ہونا محال ہے۔ یعنی خدا کا بے اولاد رہنا صرف جُوروکی عدم موجودگی ہے ،ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ خدا اولاد سے محروم رہتا۔ حالانکہ خدا کی نسبت ایسا گمان کرنا ایک ادنیٰ خیال ہے کیونکہ جہاں امکان شے نہیں وہاں امکان شبہ بھی نہیں ہوسکتا۔کوئی نہیں کہتاکہ خدا نہیں دیکھتا کیونکہ اُس کے آنکھ نہیں اورنہیں سنتاکہ اُس کے کان نہیں ،آنکھ کان وغیرہ رفع محتاجی کے آلات ہیں اورحیوانی زندگی کے لازمہ جُز ہیں لیکن اللہ تعالیٰ مستغنیٰ بالذات ہے جوبغیرآنکھ کے دیکھتا اوربغیرکان کے سنتا ہے اوربغیرہ جُوروکے بیٹا بھی رکھتا ہے ۔ پس یہ محال پیش کرنا کہ خدا کی جُورونہیں توبیٹا کیسے پیداہوا؟ شبہ پیداکرتا ہے اگرخدا کی جورو ہوتی تو وہ ضرورصاحبِ اولاد ہوتا۔ حالانکہ خدا کی ذات میں جوروکا امکان نہیں ۔ وہ جو چاہتا ہے کرسکتا ہے صرف اتنا ہی کہہ دینا خدا تعالیٰ کے لئے کافی ہے کہ ہوجا اور وہ ہوجاتا ہے (پیدائش ۱: ۳)۔

ان وجوہات کی بنا پر اہلِ عرب نے قرآن کو قولِ بشر کہہ دیا بل قوالمہ اصنفات امہ یرمل افترہ ھد شاعر" یعنی وہ کہتے ہیں کہ قرآن پریشان خوابوں کا مجموعہ ہے بلکہ اُس نے جھوٹ باندھا ہے بلکہ وہ شاعر

ہے(سورہ انبیاء) اس پر آنحضرت نے بڑے درد سے شکایت کی وقال الرسول رب ان قومی انخلذ واھذی القرآن مھجورا یعنی کہا رسول نے اے میرے رب میری قوم نے ٹھہرایا اس قرآن کوجھک جھک (فرقان ع ۳)۔

فوق البشر

لیکن اگرقرآن شریف نے بلاواسطہ پیدائش کے سبب کلمتہ اللہ کو ابن مریم کہا ہے تو یہ نرالا محاورہ دلالت کرتا ہے کہ آپ فوق البشر ہیں اوربنی آدم کے سلسلہ سے نہیں حالانکہ انسا کی پیدائش کے سلسلہ میں حضرت پہلی کڑی ہیں لیکن کلمتہ اللہ بذاتِ خود ایک سلسلہ ہیں (یوحنا ۱: ۳)۔ لیکن چونکہ آپ انسانی شکل میں ظاہر ہوئے اس سبب سے آپ کو " ابن مریم " کہا گیا ۔ ورنہ آپ کی ابنیت (الوہیت)غیر مخلوق ہے۔ جیساکہ یسعیاہ نبی کے صحیفے سے آشکارا ہے کہ ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا اورہم کو ایک بیٹا بخشا گیا اورسلطنت اُس کے کاندھے پر ہوگی، اوروہ اس نام سے کہلاتا ہے عجیب مشیر خدائے قادرابدیت کا باپ، سلامتی کا شہزادہ (۹: ۶)۔

آیت شریفہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ " لڑکا تولد ہوا" یعنی موعود کی بشریت البتہ مخلوق ہے لیکن اُس کی ابنیت غیر مخلوق ہے۔ کیونکہ بیٹے کے متعلق " تولد ہوا" نہیں کہا گیا بلکہ "بخشا گیا" ہے۔ کیونکہ وہ ازل سے تھا لیکن جولڑکا تولد ہوا ہے، اس کی پیدائش کا سبب کوئی انسان نہیں(لوقا ۱: ۳۸)۔ اوریہ مولود مقدس" حکمت اورقدوقامت میں" یعنی انسان بن کر انسان کی طرح بڑھا اور"خدا اورانسان کی مقبولیت میں ترقی کرتا گیا"(لوقا ۳: ۵۲)۔ حالانکہ اُس کا نام " خدائے قادر" ہے۔(یسعیاہ ۹: ۶)۔ وہی اکلوتا بیٹا اورخدا کی ہم ذات ہے۔(متی ۱۶: ۱۶، یوحنا ۱۱: ۴، ۳: ۱۶، ۱۸۔ خدا کے برابر ہے(یوحنا ۸: ۱۸، ۱۹، ۲۳، ۱۰: ۳۰۔ ۱: ۱۴۔ اورحقیقی خدا ہے، یوحنا ۱: ۱۔ ۲۰: ۲۸۔ متی ۱: ۱۲، لوقا ۱: ۱۶، ۱۷)۔

اختیاری ولادت

یہ امر مسلمہ کہ ہر شخص کی پیدائش میں باپ کا تصورلازم ہے۔ لیکن کلمتہ اللہ کی ولادت میں جسمانی باپ کا وجود لازم نہیں(آل عمران ع ۳۔ متی ۱: ۱۸ تا ۲۵۔ لوقا ۱: ۲۶تا ۳۵)۔بلکہ مسیحی مصطلحات کے مطابق سیدنا مسیح اپنی پیدائش کے مختارہیں، یعنی اُن کو اختیارتھاکہ آپ بشری جامہ پہنتے یا نہ پہنتے۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ اُس نے اگرچہ خدا کی صورت اختیارکی اورانسانوں کے مشابہ ہوگیا"اورانسانی شکل میں

ظاہر ہوکر اپنے آپ کو پست کردیا اور یہاں تک فرمانبردار رہاکہ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی۔" فلپیوں ۲: ٦تا ۸)۔ یعنی کلمتہ اللہ کو اختیار تھا کہ آپ اپنی مرضی سے ایک حالت سے دوسری حالت میں آئیں یا نہ آئیں۔ لیکن چونکہ آپ نے بشریت کا جامہ پہنا ۔ اس سبب سے آپ ، انسان فانی نسل سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ گویاکہ خدا کی حکمت کا دوہرا تعلق کلمتہ اللہ کی ذاتِ اقدس سے وابستہ ہے۔ یعنی ازلی حیثیت ،ابن اللہ ، اورانصافی حیثیت " ابن مریم" اورابن مریم کا نرالہ محاورہ کلمتہ اللہ کی"الوہیت اورانسانیت کا حامل ہے یعنی اتحادی حیثیت کوظاہر کرتا ہے۔

الحاصل خدا نے آدم کوخلق کیا اورانسانی نسل کا سبب ٹھہرایا۔ لیکن" ابن اللہ" جیساکہ یسعیاہ نبی نے کہا ہے کہ" بخشا گیا" ہے۔ اورلفظ" بخشا" اس امر پردلالت صریح ہے کہ" ابن اللہ" غیر مولود ہے۔ اورکہ ذات باطن کی حیثیت ظاہر ہے(یوحنا ۱: ۱۸)۔ پس کلمتہ اللہ بلاواسطہ پیدائش کے سبب جیسے" ابن اللہ" ہیں(لوقا ۱: ۳٦)ویسے"ابن مریم" بھی ہیں۔ ایک پہلو سے ابن اللہ" دراصل خدا باپ کے ساتھ ایک ہی ماہیت رکھتے ہیں اوردوسرے پہلو سے کلمتہ اللہ کیونکہ آپ مجسم ہوئے(یوحنا ۱: ۱۴)۔ یہ الفاظ دیگرکلمتہ اللہ کی دوحیثیتیں ہیں۔ حیثیت الوہیت"۔ اورحیثیتِ دوم۔ بشریت ۔ اب اس بشری حیثیت کی خواہ ابن مریم کہئے یا ابن اللہ ایک ہی ہے وہ ہر حالت میں غیر مولود اورواجب بالذات ہے"(یوحنا ۱:۱)۔

ابن آدم:

انجیل مقدس کا سطحی مطالعہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ کلمتہ اللہ اس لئے " ابن آدم" کا خطاب اپنے لئے تجویز فرمایا جس سے یہ ظاہر کرنا مطلوب تھاکہ آپ نے کیوں" انسانی شکل" میں ظاہر ہوکر صلیبی موت گوارا کی" واضح رہے کہ کلمتہ اللہ کی صلیبی موت خدا کا ازلی لائحہ عمل تھا جوکسی بیرونی دباؤ کی وجہ سے واقعہ نہ ہوا تھا۔ بلکہ انسان کی بے بسی اور روحانی کشمکش دیکھ کرکلمتہ اللہ کے اندرتحریک پیدا ہوئی کہ آپ صلیبی موت کا مزہ چکھیں۔ جیساکہ کسی چیختے چلانے بچے کی طرف ہماری توجہ مبذول ہوجاتی ہے اورہم اُس کی مدد کے لئے طبعاً قرارہوجاتے ہیں۔ ہماری اس غیرارادی ہمدردی سے کہیں زیادہ درجے ابن اللہ نے نوع انسان کی نجات کی ضرورت کومحسوس کیا اورہماری نجات کے لئے شرم اورپچھتاوا صلیب پر ظاہر کیا۔ آپ کے دل پر ہمارے گناہوں کا بوجھ تھا۔ اس کا اندازہ ہم آپ کی اس حالت سے کرسکتے ہیں۔ جب آپ یروشلیم کودیکھ کرروئے۔ لہذا ابن اللہ کی موت میں کوئی ایسی بات نہ تھی۔ جس کے لئے آپ پہلے

تیار نہ ہوں۔ چنانچہ آپ نے قصداً ان حالات کو اپنایا" جن کا نتیجہ موت تھا"۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ آپ کی موت ہی کے ذریعے خدا اور انسان میں ملاپ ہوسکتا ہے اس لئے آپ نے وقت مقرر پر ایک وفادار ضامن کی طرح اپنا قول پورا کیا اور ہمارے گناہوں کے فدیہ میں کوہ کلوری پر اپنی مبارک جان دے دی۔ حالانکہ " اس کا علم توبنائے عالم سے پیشتر سے تھا مگر ظہور آخر زمانہ میں تمہاری خاطر ہوا" (۱پطرس ۱: ۲۰)۔

چنانچہ کلمتہ اللہ اس خطاب سے اول اپنے تجسم کا اظہار فرماتے ہیں اور ثانیاً اپنے لئے ابن آدم کا خطاب ایک تخفیفی معنوں میں استعمال کرتے ہیں، یا یوں کہیں کہ ربنا المسیح نے ایک عام لفظ سے اپنی جسمانی زندگی، صلیبی موت، فتحیاب قیامت اور ظفریاب آمدِ ثانی کا اظہار فرماکر اسے ایک اعلیٰ ترین خطاب بنادیا۔ اگرچہ آپ کا رُتبہ اس قدر بلند وبالا ہے کہ کوئی خطاب کماحقہ آپ کی ارفع ہستی کو ظاہر نہیں کرسکتا، تاہم ان خطابات سے جو انجیل اور قرآن میں مرقوم ہیں، کلمتہ اللہ کی الاانتہائت کا اندازہ لگاسکتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ ماعرفناک حق معرفتک تیری شان کے لائق ہم تجھے پہچان نہ سکے۔

منقولِ شرع

یہاں تک ہم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسیح کلمتہ اللہ ان معنوں میں ابن اللہ ہے جو خدا کی شان کے شایاں ہے۔ بیوی کے ذریعہ پیدا ہونے والے کو ہم " ابن اللہ "نہیں کہتے۔ ہم حق تعالیٰ کے قول وفعل سے وہی اُمید نہیں رکھتے جو انسان کے قول وفعل سے ہوتی ہے۔ جیسے خدا کے سمع وبصر کو جسمانی کان اور آنکھ نہیں ۔ سمجھتے بلکہ بغیر آنکھوں اور کانوں کے تصور کرتے ہیں ۔ ویسے ہی خدا کی الوہیت بغیر زن وشوہی تعلقات کے مانتے ہیں ۔ پس کلمتہ اللہ کا ابن اللہ ہونا اس معنی میں نہیں جس مفہوم میں ہم اپنے صُلبی بیٹے کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ بلکہ ہم اس خطاب سے کلمتہ اللہ کے اس ازلی وذاتی تعلق کو جو آپ ذاتِ الہٰی سے ہے اس لئے ذاتِ الہٰی سے رکھتے ہیں، ظاہر کرنے کے لئے مثالی طورپر استعمال کرتے ہیں۔ چونکہ کلمتہ اللہ کا ظہور ذاتِ الہٰی سے ہے ۔ اس لئے ذاتِ الہٰی کی حیثیت باطن کو" باپ" (ھو اللہ باطن) اور حیثیت ظاہر ہو" ابن اللہ" (ھواللہ ظاہر) کہتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ، ابن اللہ کا لفظ منقولِ شرع ہے اور سچ تو یہ ہے۔ کہ

عدیم است عیش چُوں خداوند کریم